وما ينطق عن الهوىٰ ان هو الا وحی یوحی

# عصمتِ انبیاء علیہم السلام

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ

(المتوفی: ۶۰۶ھ)

ترجمہ

مفتی محمد خان قادری



کاروانِ اسلام پبلیکیشنز

جامعہ اسلامیہ لاہور ایچی سن ہاؤسنگ سوسائٹی۔ لاہور 5300353-5300354 :☎

# فہرست مضامین

| عنوان | صفحہ |
| --- | --- |

# تقدیم

اسلام نے جو بنیادی عقائد ہمیں عطا کیے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اور وہ گناہوں سے پاک ہیں علامہ عبدالعزیز پرہاروی المتوفی ۱۲۳۹ھ عصمت کی متعدد تعریفات اور ان پر تفصیلی گفتگو کے بعد لکھتے ہیں کہ اہل سنت کے ہاں اس کی تعریف یہ ہے

| | |
|---|---|
| العصمة ملكة نفسانية خلقها الله سبحانه في العبد فيكون سببا عاديا لعدم خلق الذنب فيه | عصمت ذات میں اس پختہ قوت کا نام ہے جسے اللہ تعالیٰ کسی بندے میں جب پیدا فرما دیتا ہے تو اس سبب عادی کی وجہ سے اس میں گناہ پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ |
| (النبراس، ۵۳۲) | |

علامہ احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہی تعریف نقل کی ہے۔ ''عصمت ایک لطف خداوندی ہے جو نبی کے شامل حال رہتا ہے ایک ملکہ نفسانیہ ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی ذات میں پیدا کر دیتا ہے جو نبی کی ذات مقدسہ میں ''عدم خلق معصیت'' کا سبب بن جاتا ہے جس کے باعث باوجود قدرت و اختیار کے نبی سے گناہ سرزد نہیں ہو سکتا۔ (حجیت حدیث، ۲۴)

امام شہاب الدین خفاجی المتوفی ۱۰۶۹ نے اس کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے

| | |
|---|---|
| هي لطف من الله تعالىٰ يحمله على فعل الخير و يزجره عن الشر مع بقاء الاختيار تحقيقا للابتلاء | یہ اللہ تعالیٰ کا لطف ہے جو بندے کو فعل خیر پر ابھارتا ہے اور شر سے بچاتا ہے۔ باوجودیکہ آزمائش کے سبب اس میں اختیار ہوتا ہے۔ |
| (نسیم الریاض، ۴، ۳۹) | |

حضرات انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے حوالے سے متعدد اقوال ہیں مگر ان میں اہل معرفت و تحقیق کا مختار یہی ہے کہ یہ ہستیاں ہر قسم کے عیب و گناہ سے پاک ہوتی ہیں اعلان نبوت سے پہلے بھی اور بعد میں بھی عمداً صغیرہ و کبیرہ سے بھی اور سہواً سے بھی۔ اس پر امام اعظم رضی اللہ

عنہ المتوفی ۱۵۰ سے لے کر آج تک کے اہل علم کی رائے ملاحظہ کریجیئے۔

۱۔ حضرت امام اعظم نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ المتوفی ۱۵۰ھ بطور عقیدہ بیان کرتے ہیں۔

الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام کلھم منزھون عن الصغائر و الکبائر و الکفر و القباح (الفقہ الاکبر، ۵۶) (۵۶

حضرات انبیاء علیہم السلام تمام کے تمام چھوٹے بڑے گناہ اور ہر قسم کے کفر و قبیح کام سے پاک ہوتے ہیں۔

حضرت ملا علی قاری اس کی شرح میں رقمطراز ہیں۔

ای معصومون من جمیع المعاصی (شرح الفقہ، ۵۶)

یعنی وہ تمام معاصی سے پاک ہوتے ہیں۔

آگے چل کر امام ابوحنیفہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ولم یشرک باللہ طرفۃ عین قط ولم یرتکب صغیرۃ ولا کبیرۃ قط (الفقہ الاکبر، ۶۱)

ایک لحہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے ساتھ شرک نہیں کیا اور نہ کبھی صغیرہ ارتکاب کیا اور نہ کبیرہ کا۔

۲۔ حضرت قاضی عیاض المتوفی ۵۴۴ھ نے ایک پوری فصل اس عنوان سے تحریر کی ہے فصل فی الرد علی من آجاز علیھم الصغار والکلام علی ما احتجو ابہ فی ذلک (ان لوگوں کا رد جو انبیاء علیہم السلام سے صدور صغائر جائز رکھتے ہیں اور ان کے استدلات پر گفتگو) اس مقام پر لکھتے ہیں۔

اعلم ان المجوزین للصغائر علی الانبیاء من الفقھاء و المحدثین و من مشایعھم علی ذلک من المتکلمین احتجوا علی ذلک بظواھر کثیرۃ من القرآن

حضرات انبیاء علیہم السلام سے صغائر کے صدور کا قول کرنے والے فقہا، محدثین اور ان کے تابعین قرآن و حدیث کے نصوص کے ظاہر سے استدلال کرتے ہیں اگر وہ ان کے ظواہر کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ

| | |
|---|---|
| والحديث ان التزموا ظواهرها افضت بهم الى تجويز الكبائر و خرق الاجماع وهو لا يقول به مسلم فكيف و كل ما احتجوا به مما اختلف المفسرون فى معناه و تقابلت الاحتمالات فى مقتضاه و جاء ت اقاويل فيها للسلف بخلاف ما التزموه من ذلک فا ذالم يكن مذهبم اجماعا و كان الخلاف فيما احتجوا به قديما وقامت الدلالة على خطاء قولهم وصحة غيره وجب تركه والمصير الى ماصح | ہونگے تو انہیں کبائر کا قول کرنا پڑے گا اور یہ بالاتفاق غلط ہے ایسی بات ہرگز کوئی مسلمان نہیں کہہ سکتا ، ان سے ان کا استدلال ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ مفسرین نے ان کے معانی میں اختلاف کیا ہے۔ اور ان میں متعدد احتمالات ہیں ان میں اسلاف کے اقوال بھی ہیں جو ان استدلال کرنے والوں کے خلاف ہیں جب یہ مذہب بالاتفاق نہیں ان میں قدیم اختلاف ہے اور دلائل ، ان کے قول غلط اور دوسرے قول کی صحت پر قائم ہو چکے ہیں لہذا اس قول کا ترک کرنا اور صحیح قول کو اختیار کرنا لازمی ہے۔ |

آگے ایک اور مقام پر رقمطراز ہیں۔

| | |
|---|---|
| و تنزيهه عنه قبل النبوة قطعاً و تنزيهه عن الكبائر اجماعاً و عن الصغائر تحقيقا (الشفاء، ٢، ١٤٨) | حضور علیہ السلام اعلان نبوت سے پہلے بھی قطعاً پاک ہیں اور آپ کبائر سے اجماعاً اور صغائر سے تحقیقاً پاک ہیں۔ |

۳۔ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی ۵۰۵ نے بھی قاضی عیاض کی یہی گفتگو نقل کر دی ہے۔

(روضۃ الطالبین، ۱۰۹)

۴۔ امام تاج الدین سبکی نے اس عقیدہ کو یوں اشکار کیا

| | |
|---|---|
| الانبياء عليهم السلام معصومون لا يصدر عنهم ذنب ولو صغيرة سهوا | حضرات انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں ان سے گناہ کا صدور نہیں ہوسکتا اگرچہ وہ بطور |

سہو صغیرہ ہی کیوں نہ ہو۔ (جمع الجوامع)

۵۔ مولانا ابو محمد عبد الحق حقانی المتوفی لکھتے ہیں۔

ان الانبیاء علیهم السلام معصومون من الکبائر عند جمهور المسلمین و من الصغائر عندنا (النامی شرح الحسامی، ۱۸۸)

انبیاء علیہم السلام جمہور مسلمانوں کے ہاں کبائر سے پاک ہیں اور ہمارے نزدیک وہ صغائر سے بھی پاک ہیں۔

۶۔ شیخ احمد جیون نے اسی عقیدہ کی نشاندہی ان الفاظ میں کی ہے۔

فالحق انه لا خلاف لاحد فی ان نبینا علیه السلام لم یرتکب صغیرة و لا کبیرة طرفة عین قبل الوحی و بعده کما ذکره ابو حنیفه رحمه الله فی الفقه الاکبر (تفسیرات احمدیہ، ۳۴)

حق یہی ہے اور اس میں اختلاف نہیں کہ ہمارے نبی ﷺ سے ایک لمحہ کے لئے بھی قبل و بعد از وحی صغیرہ و کبیرۃ کا صدور نہیں ہوا جیسا کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فقہ اکبر میں تحریر کیا ہے۔

۷۔ علامہ عبد العزیز پرہاروی المتوفی ۱۲۳۹ اسی مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں شارح علامہ تفتازانی نے عام متکلمین کا موقف ذکر کیا ہے حالانکہ

ذهبوا الی العصمة عن الصغائر و الکبائر قبل الوحی و بعده و هو مختار ابی المنتهی شارح الفقه الاکبر و الشیخ عبد الحق محدث الدهلوی (النبراس، ۴۵۴)

علماء نے انبیاء کو قبل و بعد از وحی صغائر و کبائر دونوں سے پاک جانا ہے یہی شارح فقہ اکبر شیخ ابوالمنتہی اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا مختار ہے۔

۸۔ شارح حسامی مولانا محمد یعقوب بمبانی نے بھی یہی بات لکھی ہے۔

انهم معصومون عن الکبائر عند عامة المسلمین و عن الصغائر عند اصحابنا (المولوی علی الحسامی، ۱، ۳۷۱)

عام مسلمانوں کے ہاں یہ کبائر سے پاک مگر ہمارے نزدیک یہ صغائر سے بھی پاک ہیں۔

۹۔ شیخ الاسلام ذکریا انصاری المتوفی ۹۲۶ رقمطراز ہیں

حتی لا یقع فی کبیرۃ اجماعاً ولافی صغیرۃ علی الاصح

(نتائج الافکار القدسیہ،۴،۲۶۳)

حتی کہ ان سے بالاتفاق کبیرہ کا صدور نہیں ہوسکتا اور اصح یہ ہے کہ صغیرہ کا بھی صدور نہیں ہوسکتا۔

۱۰۔ امام محمد امین ابن عابدین شامی نے اپنے رسائل میں تحریر کیا

والذی ینبغی ان یرجح و یعتمد و یصح ماذہب الیہ القاضی عیاض وغیرہ من انھم معصومون عن الصغائر والکبائر قبل النبوۃ و بعد ھا عمدا او سھوا (رسائل ابن عابدین،۱،۳۱۱)

جس قول کو ترجیح دی جائے اور صحیح قرار دیتے ہوئے اس پر اعتماد کیا جائے وہ قاضی عیاض اور ان کے ساتھی علماء کی رائے ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام صغائر و کبائر سے پاک ہیں اعلان نبوت سے پہلے بھی اور بعد بھی عمداً سے بھی اور سہواً سے بھی

آگے اس پر قرآنی دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھا

فظھر مما ذکرنا ان الانبیاء علیھم السلام کلھم لم تقع منھم معصیۃ قط لا قبل النبوۃ ولا بعد

(ایضاً،۱۲،۳)

ان تمام سے آشکار ہورہا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام سے کبھی بھی معصیت کا صدور نہیں ہوتا نہ اعلان نبوت سے پہلے اور نہ بعد میں۔

۱۱۔ امام بدرالدین محمد بن بہادر زرکشی المتوفی ۷۹۴ حضرت قاضی عیاض کی شرح مسلم اکمال کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

المختار امتناع ذلک علیھم و انھم معصومون من الصغائر و الکبائر جمیعا و علیہ الاستاذ ابواسحاق الاسفرائنی و ابوبکر بن مجاھد و ابن فورک (البحر المحیط،۳،۲۴۲)

مختار یہی ہے کہ ان سے گناہ کا صدور محال ہے اور یہ صغائر و کبائر تمام سے معصوم ہیں استاذ ابو اسحاق الاسفرائنی، امام ابو بکر بن مجاہد اور شیخ ابن فورک رحمھم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے۔

آ گے چل کر اپنی رائے ان الفاظ میں تحریر کرتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| الذی اقول بہ انھم معصومون من الجمیع (ایضاً ۲۴۳) | میرا عقیدہ یہی ہے کہ یہ تمام گناہوں سے پاک ہیں۔ |

۱۲۔ امام علاؤ الدین عبدالعزیز بخاری المتوفی ۷۳۰ باب افعال النبی ﷺ کے تحت رقمطراز ہیں۔

| | |
|---|---|
| لا یصح وقوع ماھو معصیة منه عن الانبیاء علیھم السلام فانھم عصموا عن الکبائر عند عامة المسلمین و عن الصغائر عندا صحابنا (کشف الاسرار ، ۳، ۳۷۵) | حضرات انبیاء علیہم السلام سے معصیت کا صدور نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ جمہور مسلمانوں کے ہاں کبائر سے اور ہمارے نزدیک صغائر سے بھی پاک ہیں۔ |

۱۳۔ امام عبدالعلی محمد نظام الدین لکھنوی المتوفی ۱۲۲۵ حضرات انبیاء علیہم السلام کی عظمت اجاگر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| ولما کانت الانبیاء علیھم السلام رؤوس المقربین کانت صغیرتنا کبیرة فی حقھم فلا یصح صدورھا عنھم فافھم فھو الحق و لا تخبط و تثبت علیه ھذا تمام الکلام فیما بعد النبوة واما قبل النبوة فالتحقیق و علیه اھل الله من صوفیة الکرام انھم معصومون ایضاً من الکبائر و الصغائر عمداً کیف لاوھم انما یولدون علی الولایة ولا یمر علیھم | چونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام مقربین کے سردار ہیں تو ہمارا صغیرہ ان کے حق میں کبیرہ ہوگا لہذا صغیرہ کا صدور ان سے نہیں ہوسکتا اسے پلے باندھ لو اور یہی حق ہے اور خبطی نہ بنو اسی پر قائم رہو یہ تمام گفتگو اعلان نبوت کے بعد میں تھی رہا قبل از اعلان کا معاملہ تو تحقیق یہی ہے اور اہل اللہ صوفیاء کرام بھی اس پر ہیں کہ عمداً صغائر و کبائر سے پاک ہیں اور یہ کیسے نہ ہو وہ تو ولایت پر پیدا ہوئے اور وہ ہر لمحہ باری تعالیٰ کے حضور |

طرفة عين و هم غير شاهدين لله تعالىٰ و ولا يتهم قوية من ولاية الاولياء الذين لا يهتم ماخوذة من ولايتهم و الاولياء محفوظون من المعاصي فافهم فالاولياء يدخلون و يخرجون و الانبياء مقيمون فيها

(فواتح الرحموت،۲: ۱۲۴)

سے غیر حاضر نہیں رہتے اور ان کی ولایت اولیاء سے قوی ہوتی ہے بلکہ ان سے ماخوذ ہے اور اولیاء تو معاصی سے محفوظ ہوتے ہیں بلکہ اولیاء ان احوال میں داخل و خارج ہوتے رہتے ہیں لیکن انبیاء علیہم السلام تو یہیں ہی مقیم رہتے ہیں۔

۱۴۔ امام عبدالوہاب شعرانی المتوفی ۹۷۳ نے عنوان قائم کیا بیان عصمة الانبياء عليهم الصلاة والسلام من كل حركة اوسكون او قول او فعل ،ينقص مقام الاكمل حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی ہر حرکت، سکون، قول اور فعل میں ایسے نقص سے پاک ہیں جو ان کے مقام اکمل کے مخالف ہو) اس پر دلیل یہ دیتے ہیں۔

وذلك لدوام عكوفهم في حضرة الله تعالىٰ الخاصة فتارة يشهدونه سبحانه وتعالىٰ و تارة يشهدون انه يراهم ولا يرونه ولا يخرجون ابدا عن شهود هذين الامرين و من كان مقامه كذلك لا يتصور في حقه مخالفة قط و انما هي مخالفة صورية كما سياتي انشاء الله

یہ اس لئے کہ وہ خصوصی طور پر بارگاہ الٰہی میں حاضر رہتے ہیں کبھی وہ ذات سبحانہ وتعالیٰ کا مشاہدہ کر رہے ہوتے ہیں اور اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ انہیں دیکھ رہا ہے اگرچہ وہ اسے نہیں دیکھ رہے اور یہ ان دو حالتوں سے کبھی باہر نہیں ہوتے جن کا مقام یہ ہوگا ان کے حق میں مخالفت حقیقی کا تصور کیسے کیا جا سکتا ہے البتہ صورۃً مخالفت ہوگی جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

کچھ سطور بعد فرماتے ہیں

قال ائمة الاصول الانبياء عليهم

ائمہ اصول کہتے ہیں حضرات انبیاء علیہم

الصلوة والسلام كلهم معصومون لا يصدر عنهم ذنب ولو صغيرة سهوا ولا يجوز عليهم الخطاء فى دين الله قطعاً و فاقا للاستاذ ابى اسحاق الاسفرا ينى و ابى الفتح الشهرستانى والقاضى عياض والشيخ تقى الدين السبكى وغيرهم و قال جماعة لاينبغى اجراء الخلاف فى الانبياء والمرسلين

(الیواقیت والجواہر،۲،۳۰۵)

الصلوۃ والسلام تمام معصوم ہوتے ہیں ان سے گناہ کا صدور نہیں ہوتا خواہ سہواً صغیرہ ہی ہو۔ اللہ تعالیٰ کے دین میں ان سے قطعی طور پر غلطی نہیں ہوتی۔ استاذ ابواسحاق الاسفرائنی، شیخ ابوالفتح شہرستانی، قاضی عیاض، شیخ تقی الدین سبکی وغیرہ کا اس پر اتفاق ہے ایک جماعت علماء کا کہنا ہے کہ انبیاء و رسل کے بارے میں آپس میں اختلاف مناسب ہی نہیں۔

حضور علیہ السلام کا امتیاز:

علماء نے لکھا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام ولادت ہی ولی ہوتے ہیں لیکن بعض انبیاء علیہم السلام کے حوالے سے قرآنی تصریح ہے کہ وہ بوقت ولادت ہی نبی تھے اور انہیں اپنی نبوت کا بھی علم تھا۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باقاعدہ قرآن مجید میں خطبہ ہے جو انہوں نے پنگھوڑے میں دیا تھا۔

انی عبدالله اتانى الكتاب واجعلنى نبيا واجعلنى مباركا اين ماكنت و اوصانى بالصلوة والزكوة مادمت حيا (مریم)

میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے کتاب دی گئی ہے اور مجھے نبی اور مجھے مبارک بنایا گیا میں یہاں بھی رہوں مجھے نماز و زکوٰۃ کا تاحیات حکم دیا گیا ہے۔

اسی طرح سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے

كنت نبيا و آدم بين الروح و الجسد

میں نبی تھا حالانکہ آدم روح و جسم کے درمیان تھے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تخلیقِ اشیاء سے پہلے ہی مقام نبوت پر فائز تھے اسی بات کی تصریح

محدثین کرام نے کی ہے حضرت ملاعلی قاری المتوفی ۱۰۱۴ امام فخر الدین رازی المتوفی ۶۰۶ کے حوالے سے رقمطراز ہیں

الحق ان محمدا صلی الله علیه واله وسلم قبل الرسالة ما کان علی شرع نبی من الانبیاء علیهم الصلوۃ والسلام و هوا لمختار عنه المحققین من الحنفیة لا نه لم یکن من امة نبی قط لکنه کان فی مقام النبوۃ قبل الرسالة و کان یعمل بما هوا الحق الذی ظهر علیه فی مقام نبوته بالوحی الخفی و الکشوف الصادفة من شریعة ابراهیم علیه الصلاة والسلام وغیرها کذا نقله القونوی فی شرح عمدة النسفی

حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نزول شریعت سے پہلے کسی بھی نبی کی شریعت کے تابع نہ تھے محققین احناف کے ہاں یہی مختار ہے اس لئے کہ آپ کسی بھی نبی کے نہیں البتہ آپ رسالت سے پہلے مقام نبوت پر فائز تھے۔ شریعت ابراہیمی اور وحی خفی اور مکاشفات کے ذریعے جو حق سامنے آتا اس پر آپ عمل پیرا ہے۔ شیخ قونوی نے عمدہ نسفی کی شرح میں اس طرح نقل کیا۔

۱۵۔ حضرت ملاعلی قاری المتوفی ۱۰۱۴ محققین کی رائے ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں۔

الانبیاء علیهم السلام معصومون قبل النبوۃ وبعدها عن کبائر الذنوب و صغائر ها ولو سهوا علی ماهو الحق عند المحققین (مرقاۃ المفاتیح ،۱، ۲۲۸)

حضرات انبیاء علیہم السلام اعلان نبوت سے پہلے اور بعد کبائر وصغائر سے پاک ہوتے ہیں اگر چہ سہوا ہو محققین کے ہاں حق یہی ہے۔

۱۶۔ شیخ محمد بخیت مطیعی اسی عقیدہ کو حق قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

والحق فی هذا ماقاله صاحب جمع الجوامع و الجلال علیه من ان

اس مسئلہ میں حق وہی ہے جو صاحب جمع الجوامع ور جلال محلی نے لکھا کہ انبیاء علیہم

الانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام معصومون لا یصدر عنھم ذنب اصلاً لا کبیرۃ ولاصغیرۃ لا عمداً ولا سھوا وفاقا للاستاذ ابی اسحق اسفرائینی و ابی الفتح الشھرستانی و القاضی عیاض والشیخ الامام والد صاحب جمع الجوامع لکرامتھم علی اللہ تعالیٰ عن ان یصدر منھم ذنب

السلام معصوم ہوتے ہیں ان سے گناہ صادر نہیں ہوتا نہ کبیرہ اور نہ صغیرہ نہ عمداً نہ سہواً اس پر استاذ ابو اسحاق اسفرائنی، شیخ ابو الفتح شہرستانی، قاضی عیاض اور صاحب جمع الجوامع کے والد گرامی کا اتفاق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا جو مقام ہے اس کے پیش نظر ان سے گناہ صادر نہیں ہو سکتا۔

آگے چل کر لکھتے ہیں

انھم معصومون لا یصدر عنھم ذنب اصلا لا صغیرۃ ولا کبیرۃ قبل النبوۃ و بعدھا ولا حاجۃ الی قولھم لا عمداً ولا سھوا لانہ لا یتصور شرعاً ان تکون المعصیۃ سھوا والمراد بالسھو ما یشمل الخطاء (سلم الوصول ۲، ۸)

یہ پاک ہوتے ہیں ان سے ہرگز گناہ صادر نہیں ہو سکتا نہ صغیرۃ نہ کبیرہ نہ اعلان نبوت سے پہلے اور نہ بعد لہذا نہ عمداً نہ سہواً کی قید کی ضرورت نہیں اس لئے کہ شرعاً ان سے سہواً بھی معصیت کا تصور نہیں ہو سکتا یہاں سہوا کا لفظ خطا کو بھی شامل ہے۔

۱۷۔ عبدالعزیز پرہاروی المتوفی ۱۲۳۹ عصمت انبیاء کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں

للمتکلمین فیھا کلمات غیر مرضیۃ والمختار عندی انھم معصومون عن وساوس الشیطان و من الکذب والکبائر والصغائر عمداً و سھواً قبل البعثۃ و بعدھا

(مرام الکلام فی عقائد الاسلام، ۲۳)

اہل کلام کے اس بارے میں کچھ ناپسندیدہ کلمات و اقوال ہیں لیکن میرے نزدیک مختار یہی ہے کہ وہ وساوس شیطان، کذب، کبائر، صغائر سے عمداً اور سہواً اعلان نبوت سے پہلے اور بعد پاک ہیں۔

۱۸۔ امام شہاب الدین احمد خفاجی المتوفی ۱۰۴۹ھ شرح شفاء میں رقمطراز ہیں۔

ولما کان اللہ لم یرسل الی خلقہ الامن ھو اعقل اھل زمانہ و اقواھم فطرۃ و احسنھم خلقا و خلفا کانوا معصومین قبل النبوۃ و بعدھا ولم یقع ذلک منھم اصلاً

(نسیم الریاض، ۴، ۱۴۸)

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی طرف ان ہستیوں کو رسول بنایا جو اپنے وقت کے تمام لوگوں سے زیادہ عقل مند، فطرت پر قائم، خلقت اور اخلاق میں احسن اور وہ قبل از نبوت اور بعد معصوم ہیں ان سے گناہ ہرگز صادر نہیں ہو سکتا

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

فلا یجوز لمسلم ان ینسب لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ من الانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام امراً ینافی عصمتھم عمداً و سھواً قبل النبوۃ و بعدھا وھو الذی ارتضاہ کثیر من ائمۃ الدین و اھل الاصول (ایضا، ۲۲۷)

کسی مسلمان کے لئے یہ جائز ہی نہیں کہ وہ ہمارے نبی اور دیگر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی طرف ایسے کام کی نسبت کرے جو ان کی عصمت کے منافی ہو، ایسا کام نہ عمداً اور نہ سہواً ان سے صادر ہوتا ہے نہ اعلان نبوت سے پہلے اور نہ بعد کثیر ائمہ دین اور اہل اصول نے اس راہ کو اپنایا ہے۔

۱۹۔ ڈاکٹر محمد حسین بیتو اسی مسئلہ کی تفصیل میں لکھتے ہیں جمہور علما کا موقف ہے کہ صغائر نادانستہ طور پر ہو سکتے ہیں مگر بعض اہل علم کہتے ہیں۔

انھم معصومون عنھا سھواً و ھوالحق الصحیح الذی لا نعتقد سواہ والخلاصۃ انھم معصومون عن

یہ سہواً گناہ سے معصوم ہوتے ہیں اور صحیح حق یہی ہے ہم اس کے علاوہ کوئی عقیدہ نہیں رکھ سکتے خلاصہ بحث یہی ہے کہ یہ کبائر و

الکبائر و الصغائر سهواً و عمداً
صغائر سے سہواً اور عمداً دونوں طرح پاک ہیں۔

(الوجیز فی اصول التشریع الاسلامی، ۲۷۰)

۲۰۔ شیخ سعید حوی نے ایک جملہ لکھا ہے جو ہمارے بلکہ اسلام کے مدعیٰ کو بہت ہی واضح کر دیتا ہے۔

ان اللہ وحدہ ھو المحیط علما بکل شئی والمنزہ عن کل خطاء وھذا رسولہ الذی ینطق بامرہ ووحیہ فھو کذلک منزہ عن الخطاء والباطل برعایة اللہ و تعلیمہ (الرسول، ۵۳)

اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے وہ تمام اشیاء کا احاطہ فرمانے والا ہے ہر خطا سے منزہ ہے اور یہ اس کے رسول ہیں جو اللہ کے حکم و وحی سے ہی بولتے ہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور تعلیم سے ہر خطا و باطل سے منزہ ہیں۔

۲۱۔ امام العقائد شیخ ابوشکور سالمی نے اس مسئلہ پر بڑی شاندار علمی اور تفصیلی گفتگو کی ہے اس میں سے کچھ ملاحظہ کیجئے۔ متعدد اقوال نقل اور ان کا رد کرنے کے بعد رقمطراز ہیں۔

قال اھل السنة و الجماعة ان الانبیاء صلوات اللہ علیھم قبل الوحی کانوا انبیاء معصومین واجب العصمة والرسول قبل الوحی کان رسولا ماموناً

اہل سنت و جماعت کہتے ہیں حضرات انبیاء علیہم السلام قبل از وحی معصوم نبی ہی ہوتے ہیں ان کی عصمت لازمی ہے اور رسول قبل از وحی رسول مامون ہی ہوتے ہیں۔

اس پر بطور دلیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرآنی خطاب نقل کیا اور لکھا

ومعلوم ان الوحی لایکون للصبیان والاطفال والکتاب لا یکون الالنبی مرسل وروی عن رسول اللہ انہ سئل متی کنت نبیا قال کنت نبیاو آدم بین الماء و الطین والمعنی فیہ

اور یہ واضح ہے کہ وحی بچوں واطفال پر نہیں ہوتی اور کتاب نبی مرسل کے لئے ہے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا آپ کب نبی بنے؟ فرمایا میں نبی تھا حالانکہ آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ مفہوم یہ

وھو ان العصمة للانبیاء قبل الوحی من موجبات الضرورة و بعد الوحی اولیٰ (التمہید:٦٧)

ہوا کہ اعلانِ نبوت سے پہلے عصمت ضروری ہے اور بعد از اعلان تو بطریق اولیٰ لازمی ہوگی۔

موَقف کی تائید:

اس موقف کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی میں بظاہر بھی کوئی ایسا نقص یا عیب نہیں رکھا جو نفرت کا باعث ہو یہ تمام کے تمام سلیم الاعضاء تھے اور تمام معاشرہ سے خوبصورت ترین افراد تھے۔ کائنات کا بڑے سے بڑا فلسفی اور دانشوار ان کی خاک راہ تک نہیں پہنچ سکتا، وہ بیمار ہوتے مگر ایسی بیماری عارضی نہ ہوتی جو باعث عیب ہو، انہوں نے زندگی کے مختلف شعبوں میں بھر پور حصہ لیا مگر! جو پست صنعتیں یا حرفتیں تھیں ان کے وہ قریب بھی نہ گئے تاکہ دنیا میں ہر لحاظ سے معزز ہی رہیں علامہ سعد الدین مسعود عمر تفتازانی المتوفی ٧٩٣ شرائط نبوت شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں

الذکورة و کمال عقل والذکاء و الفطنة و قوة الرای و لو فی الصبا و یحیی علیھما السلام و السلامة عن کل ما ینفر عنه کا لغلظة و الفظاظة و العیوب المنفرة کا برص والجذام و نحود لک و الامور المخلة بالمروة کالا کل علی الطریق و الحرف الدنیة کالحجامة (شرح المقاصد:٥:٦١)

مرد ہونا، عقل، ذکاوت و فطانت، قوت رائے میں کامل ہونا، خواہ بچپن ہو مثلاً حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام اور نفرت والے کام سے محفوظ ہونا مثلاً سختی اور درشتی سے، نفرت والے عیوب سے مثلاً برص و جذام اور ایسے امور سے محفوظ ہونا جو مروت کے خلاف ہوں مثلاً راستہ میں کھانا اور کم درجہ کے کام سے مثلاً خون نکالنا

توجب اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو ہر اس عمل سے محفوظ فرمایا جس سے معاشرے میں ان کے بارے میں نفرت پیدا ہو تو ان سے صدور گناہ کا کیسے تصور کیا جا سکتا ہے؟

## روافض سے اشتراک:

اگر کوئی یہ سوال اٹھائے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا ہر صغیرہ وکبیرہ قبل از بعثت و بعد از بعثت سے پاک ہونا روافض کا عقیدہ ہے متعدد کتب میں اس پر تصریح موجود ہے۔ خود امام فخر الدین رازی المتوفی ۶۰۶ نے بھی یہی لکھا ہے اس کے جواب میں عرض ہے کہ جب یہ عقیدہ کتاب وسنت کے مطابق ہے تو پھر اس سے بالاتر ہو جانا چاہیے کہ یہ فلاں کا عقیدہ ہے اور فلاں کا نہیں، اگر یہ روافض کا عقیدہ ہے تو کوئی حرج نہیں، جس طرح دیگر متعدد بنیادی عقائد میں اشتراک ہے۔ مثلاً توحید، رسالت، آخرت، اسی طرح یہاں بھی اگر اشتراک ہے تو اس میں کونسی قباحت ہے؟

اس سوال و جواب کو علامہ عبدالعزیز پرہاروی المتوفی ۱۲۳۹ کے ان الفاظ میں سن لیجئے۔

| | |
|---|---|
| ان قلت فهذه العصمة مذهب الشيعة؟ | ایسی عصمت ماننا تو شیعہ کا موقف ہے؟ |

اس کے جواب میں لکھتے ہیں

| | |
|---|---|
| قلت اولاً لابأس فی الاتفاق الاتفاقی اذ مقصود المشائخ اتباع الحق لاوفاق الشيعة و ثانياً ان بين الفريقين بعد المشرقين لان الشيعة على تجويز الكفر تقية (النبراس: ۴۵۴) | اولاً گذارش ہے کہ یہ اتفاقاً اتفاق ہے کیونکہ مشائخ کا مقصود حق کی اتباع ہے نہ کہ اتفاق شیعہ ثانیاً یہ کہ دونوں میں بعد المشرقین ہے کیونکہ ان میں سے بعض بطور تقیہ کفر کے صدور کے قائل ہیں۔ |

جبکہ موصوف نے ایک اور سوال اٹھایا ہے

| | |
|---|---|
| ان قلت ذكر بعض الفقهاء من ان من ذهب الى عصمة الانبياء عن المعاصی فهو كافر لانه رد النصوص كقوله تعالى و عصى آدم | اگر تم کہو بعض فقہا نے کہا جو انبیاء کے معاصی سے انکار کرے گا وہ کافر ہے کیونکہ اس نے نصوص کا انکار کیا مثلاً فرمان باری تعالیٰ ہے وعصی آدم ربہ فغوی بعض |

ربه فغوی و استدل بعضهم علی کفر الشیعة بها

نے اسی وجہ سے روافض کو کافر کہا۔

اس کا جواب یوں دیتے ہیں

احیب بان الحق سبحانه سمی ترک الافضل منهم معصیة لعلوشانهم و عظم رتبتهم ولا یجوز هذه التسمیة من غیره لان الملک اذا عب وزیره بخطاب خشن لم یجز لنسوقی ان یخاطبه بذلک الاسم والله سبحانه اعلم (النبراس:۴۵۴)

حق تعالیٰ نے ان کے بلند مرتبہ اور عظیم رتبہ کی بناء پر ترک افضل کو معصیت قرار دیا۔ اور ایسی بات کوئی دوسرا نہیں کر سکتا کیونکہ بادشاہ نے اگر وزیر کو سخت بات کہی ہے تو کوئی عام آدمی تو ایسا نہیں کر سکتا۔ واللہ اعلم

## ملائکہ سے بڑھ کر عصمت:

حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور ملائکہ دونوں معصوم ہیں لیکن حضرات انبیاء علیہم السلام کی عصمت ملائکہ سے بڑھ کر ہونی چاہیے کیونکہ ان کی اتباع واطاعت کا حکم دیا گیا اور یہ بات ملائکہ میں نہیں پائی جاتی۔ امام ابومنصور ماتریدی فرماتے ہیں

الانبیاء احق بالعصمة من الملائکة لان الامم مامورون بالاتباع للانبیاء لا الملائکة (النبراس،۴۵۴)

حضرات انبیاء علیہم السلا کا مقام عصمت میں ملائکہ سے بڑھ کر ہونا چاہیے کیونکہ امتوں کو انبیاء کی اتباع کا حکم ہے نہ کہ ملائکہ کی اتباع کا

حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی عصمت پر جو دلائل ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ یہ ملائکہ سے افضل ہیں۔ امام فخر الدین رازی المتوفی ۶۰۶ نے یہ استدلال ان الفاظ میں بیان کیا ہے

ان الرسول افضل من الملک فوجب ان لا یصدر الذنب من

رسول کا فرشتہ سے افضل ہونا تقاضا کرتا ہے کہ اس سے گناہ صادر نہ ہو افضل اس لئے

الرسول و انما قلنا انه افضل لقوله تعالیٰ ان الله اصطفی آدم و نوحا وال ابراهيم و ال عمران على العالمين .................. انما قلنا انه لما كان كذلك وجب ان لا يصدر الذنب عن الرسول لانه تعالیٰ وصف الملائكة بترك الذنب فقال لا يسبقونه بالقول و قال لا يعصون الله ما امرهم و يفعلون ما يومرون فلو صدرت المعصية عن الرسول لامتنع كونه افضل من الملك لقوله تعالیٰ ام نجعل الذين امنو و عملوا الصالحات كالمفسدين فى الارض ام نجعل المتقين كالفجار

(مفاتیح الغیب جز ۳، ۷۵۷)

ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اللہ نے آدم، نوح، ال ابراہیم، اور ال عمران کو عالمین پر منتخب کیا۔ .......... اگر یہ فضیلت ہے تو رسول سے گناہ کا صدور نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کا وصف ترک ذنب فرمایا اور فرمایا وہ قول میں اس سے سبقت نہیں کرتے اسی طرح فرمایا وہ اس کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ اسی کے حکم کے مطابق ہی عمل کرتے ہیں اگر رسول سے معصیت صادر ہو تو اس کا فرشتہ سے افضل ہونا محال ہوگا فرمان باری تعالیٰ ہے کیا ہم اہل ایمان اور اعمال صالحہ کرنے والوں کے ساتھ وہ سلوک کریں گے جو زمین میں فساد پھیلانے والوں کے ساتھ یا اہل تقویٰ کے ساتھ فاجروں والا سلوک کریں گے؟

## عصمت کیوں ضروری ہے:

یہاں اس بات کا جاننا نہایت لازم و ضروری ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو ہر خطا سے پاک و معصوم ماننا کیوں ضروری ہے؟ یہ اسلام کے بنیادی و اساسی عقائد میں کیوں ہے۔ اسے ضروریات دین سے قرار دینے کی کیا وجہ ہے، تو اس کی وجہ نہایت ہی واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمودہ تعلیمات شریعت کا دارومدار نبی کی ذات پر ہوتا ہے۔ اگر اس میں کسی قسم

کی کوتاہی کی گنجائش ہو تو تمام تعلیمات الہیہ میں شک و تردد کی راہ نکل آئے گی یعنی ان پر اعتماد و یقین ختم ہو کر رہ جائے گا علامہ محمد بخیت مطیعی عصمت نبی کو مبادیات میں بیان کرنے کی حکمت لکھتے ہیں

لتوقف الادلة على عصمة الرسول صلى الله عليه وسلم فكما يتوقف عليها حجية السنة يتوقف عليها حجية القرآن والاجماع والقياس فالعصمة اصل فى حجية القرآن و حجيته اصل فى حجية ما عداه من الثلاثة الادلة (نہایۃ السول،۳:۶)

تمام دلائلِ اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت پر موقوف ہیں اس پر جیسے سنت موقوف ہے اسی طرح قرآن، اجماع اور قیاس کی حجیت بھی موقوف ہے تو حجیت قرآن کی اصل عصمت رسول ہے اور قرآن کی حجیت بقیہ تمام دلائل کے لئے حجت کا درجہ رکھتی ہے۔

بحر العلوم مولانا عبد العلی لکھنوی عصمت رسول کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ سنت کے ساتھ شدید اتصال کی وجہ سے عصمت کا تذکرہ اس کے ساتھ کر دیا جاتا ہے۔

وان كان الاليق ان نورد فى مبادى الكلامية لكونها من المبادى العامة متوقف الادلة كلها على عصمة الرسول صلى الله عليه واله واصحابه المقرون بكلمة لا اله الا الله محمد رسول الله

(فواتح الرحموت:۲)

ورنہ حق تو یہ ہے کہ اس مسئلہ کو ابتدائی عقائد میں ذکر کیا جائے کیونکہ یہ اصول عامہ میں سے ہے وجہ یہ ہے کہ تمام دلائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عصمت پر ہی موقوف ہیں جو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا حصہ ہیں۔

امام ابو شکور سالمی نے بہت ہی خوبصورت بات کہی۔

لان الانبياء حجة الله على الخلق والحجة لا تنقص ولا تبطل

(التمہید،۶۹)

حضرت انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق پر حجت ہوتے ہیں اور حجت نہ تو ناقص ہونی چاہیے اور نہ باطل۔

لغزش بھی نہیں ہوتی:

کچھ اہل علم حضرات نے انبیاء علیہم السلام کے لئے لغزش کا لفظ استعمال کیا ہے کہ ان سے کچھ اعمال بغیر اختیار کے سرزد ہو گے تھے مگر اسے بھی علماء نے قبول نہ کیا۔

۱۔ امام عبداللہ بن احمد نسفی المتوفی ۷۱۰ تحریر کرتے ہیں

| | |
|---|---|
| قال مشائخ سمرقند لا یطلق اسم الزلة عن افعالم کما لا نطلق المعصیة (مدارک التنزیل، ۴۶) | مشائخ سمرقند نے فرمایا انبیاء کے افعال پر زلت کا اطلاق نہ کیا جائے جیسے کہ معصیت کا نہیں کیا جاتا |

۲۔ امام محمد امین ابن عابدین شامی اسی کی نفی کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

| | |
|---|---|
| والحال انهم علیهم الصلاة والسلام مبرؤن من جمیع الذلات | انبیاء علیہم السلام تمام زلات سے منزہ ہوتے ہیں۔ |

(رسائل ابن ابدین، ۱، ۳۰۹)

یہ درحقیقت بلندی مقامات ہیں:

بعض اہل معرفت نے ان زلات کو مقامات عالیہ اور کرامات قرار دیا ہے۔ قاضی عیاض المتوفی ۵۴۴ لکھتے ہیں

| | |
|---|---|
| قال بعض المتکلمین زلات الانبیاء فی الظاهر زلات و فی الحقیقة کرامات و زلف (الشفاء، ۲، ۸۴۴) | بعض اہل کلام نے کہا انبیاء کے ظاہری زلات درحقیقت کرامات اور قربت الٰہی کا ذریعہ ہیں۔ |

حضرت ملا علی قاری المتوفی ۱۰۱۴ نے بعض المتکلمین کو من ارباب الاشارات میں سے شمار کیا ہے۔ (شرح شفاء ۴، ۲۱۷)

جب حقیقت یہ ہے:

جب کتاب وسنت کی روشنی میں یہ عقیدہ بنا کہ انبیاء ہر قسم کی معصیت، کذب، اور گناہ سے پاک ومعصوم ہوتے ہیں تو اب بعض آیات قرآنیہ اور احادیث میں ان کے بارے میں جو الفاظ

معصیت وذنب کے آئے ہیں۔ ان کی تاویل کرنا لازم وضروری ہے۔ اگر ہم انہیں اپنے ظاہر پر رکھیں گے تو اس عقیدہ میں دراڑ پڑ جائے گی جس سے اسلام کی تمام عمارت کو خطرہ لاحق ہو جائے گا علامہ تفتازانی شرح نسفی میں لکھتے ہیں۔

اذا تقرر هذا فما نقل عن الانبياء عليهم السلام مما يشعر يكذب او معصية فما كان منقولا بطريق الاحاد فمردود وما كان بطريق التواتر فمصروف عن الظاهر ان امكن والا محمول على ترك الاولى (شرح عقائد،۱۰۲)

جب یہ بات مسلمہ ہے تو حضرات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں جو کذب و معصیت پر دال ملتا ہے اگر وہ بطریق احاد منقول ہے تو اسے مسترد کر دیا جائے گا اور اگر بطریق تواتر منقول ہے تو یہاں تک ممکن ہو اس میں تاویل کرنا لازمی ہے ورنہ اسے ترک اولیٰ پر محمول کیا جائے۔

اس میں علامہ نے درج ذیل بنیادی باتوں کی طرف اشارہ کیا۔

۱۔ اگر کوئی ایسی بات احاد روایات سے ثابت ہو رہی ہو تو اسے مسترد کر دیا جائے گا کیونکہ یہ بنیادی عقائد کے خلاف ہیں۔

۲۔ اگر وہ تواتر سے ثابت ہے تو پھر اس میں تاویل ضروری ہے کیونکہ ظاہر پر رکھنے سے دلائل میں تعارض وتضاد ہو جائے گا۔

۳۔ اگر کوئی تاویل ممکن نہ ہو تو پھر ترک اولی پر محمول کر لیں یعنی یہاں تک ممکن ہو اس کا ایسا معنی کریں جس سے نبی کی عصمت وعظمت پر حرف نہ آئے۔

تو جب ائمہ کرام نے ان کی اعلیٰ سے اعلیٰ تاویلات بیان کر دیں ہیں تو انہی کو اپنایا جائے۔ اس کے لئے قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کی شفاء اس کی شروحات اور امام رحمہ رضا قادری کی تشریحات قابل مطالعہ ہیں۔ الغرض ان نصوص کی تاویل لازم ہے ورنہ ایمان کے ضیاع کا خطرہ ہے۔ علامہ تفتازانی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ یہ مقامات امت کے لئے امتحان ہو سکتے ہیں کہ اس

کے بعد انبیاء علیہم السلام کے بارے میں یہ کیا کہتے ہیں؟۔ (شرح مقاصد: ۵:۵۹) لہذا ہم تو یہی کہیں گے کہ انہیں ہر وقت اللہ تعالٰی کی حفاظت حاصل ہے اور ان سے ہرگز کوئی ایسی بات سرزد نہیں ہو سکتی جو ان کے منصب کے خلاف ہو۔

خادم اسلام

محمد خان قادری

کاروان اسلام

عصمت انبیاء علیہم السلام مسلمانوں کا نہایت ہی بنیادی عقیدہ ہے۔ اس مسئلہ پر امام فخر الدین رازی نے سورۂ بقرہ آیت ۳۶ کے تحت تفصیلی گفتگو کی ہے، ہم اس کا ترجمہ شائع کرنے کی سعادت پا رہے ہیں:

بِسم اللہ الرحمن الرحیم

فازلھما الشیطن عنھا فاخرجھما مما کانافیہ و قلنا اھبطوا بعضکم لبعض عدو ولکم فی الارض مستقر و متع الی حین۔

''تو شیطان نے اس (جنت) سے انھیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے انھیں الگ کر دیا۔اور ہم نے فرمایا نیچے اترو آپس میں ایک تمھارا دوسرے کا دشمن اور تمھیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں چند مسائل ہیں۔

مسئلہ اولیٰ: عصمت انبیاء علیہم السلام کے بارے میں اختلاف ہے تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں اختلاف چار اقسام کی طرف لوٹتا ہے۔ا۔جس کا تعلق باب اعتقاد سے ہے۔۲۔جس کا تعلق باب تبلیغ سے ہے۔۳۔جس کا تعلق احکام اور فتویٰ سے ہے۔۴:جس کا تعلق افعال وسیرت سے ہے۔

قسم اول۔حضرات انبیاء علیہم السلام کے اعتقاد میں کفر و گمراہی اکثر امت کے ہاں جائز نہیں۔

خوارج میں سے فضیلیہ نے کہا ان سے گناہ سرزد ہوئے اور ان کے ہاں گناہ کا ارتکاب کفر و شرک ہے۔لہٰذا وہ لازماً ان سے کفر کا قول کریں گے امامیہ (شیعہ) بطور

تقیہ ان سے کفر کے صدور کے قائل ہیں۔

قسم ثانی۔ امت کا اس پہ اجماع ہے کہ جن چیزوں کا تعلق تبلیغ سے ہے ان میں انبیاء علیہم السلام کذب وتحریف سے معصوم ہیں ورنہ ان پر اعتماد ختم ہو جائے گا اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ نہ عمداً یہاں کذب ہو سکتا ہے اور نہ سہواً کچھ لوگوں نے سہواً صدور کا قول کیا ہے کیونکہ اس سے احتراز ممکن نہیں۔

قسم ثالث۔ جن امور کا تعلق فتویٰ سے ہے۔ اس پر اتفاق ہے کہ ان میں عمداً کذب کا صدور نہیں ہو سکتا البتہ بطور سہو ہو سکتا ہے بعض نے سہو بھی کا انکار کیا ہے۔

قسم رابع۔ جن کا تعلق افعال سے ہے اس بارے میں امت کے پانچ اقوال میں۔

قول اول۔ حشویہ کا قول ہے کہ عمداً کبائر کا ارتکاب کر سکتے ہیں۔ قول ثانی۔ اکثر معتزلہ کا قول ہے یہ کبائر کا ارتکاب نہیں کرتے ہاں عمداً ان صغائر کا ارتکاب ہو سکتا ہے جو قابل نفرت نہ ہو مثلاً جھوٹ اور کم تولنا وغیرہ ان سے صادر نہیں ہو سکتا۔ قول ثالث۔ جبائی کہتے ہیں کہ عمداً نہ ان سے کبیرہ کا ارتکاب ہو سکتا ہے اور نہ صغیرہ کا البتہ بطور تاویل (اجتہاد) ہو سکتا ہے۔ قول رابع ان سے ذنب کا صدور بطور سہو وخطا ہی ہو سکتا ہے۔ ہاں ان پر مواخذہ ہوتا ہے اگرچہ امت پر ان کی وجہ سے گرفت نہیں کیونکہ ان کی معرفت اقوی اور دلائل اکثر ہیں اور ان سے محفوظ رہنے پر دوسروں سے زیادہ قادر ہیں۔ قول خامس۔ حضرات انبیاء علیہم السلام سے ہرگز گناہ صادر نہیں ہوتا نہ کبیرہ

نہ صغیرہ نہ عمداً اور نہ سہواً اور نہ ہی بطور تاویل وخطا، یہ روافض کا قول ہے۔

وقت عصمت کونسا ہے؟

وقت عصمت میں تین اقوال ہیں۔ ۱۔ یہ وقت ولادت سے ہی معصوم ہوتے ہیں یہ روافض کا قول ہے۔ ۲۔ وقت بلوغت سے عصمت شروع ہو جاتی ہے نبوت سے پہلے ان سے کفر اور کبیرہ کا ارتکاب نہیں ہو سکتا یہ کثیر معتزلہ کا موقف ہے۔ ۳۔ وقت نبوت سے عصمت حاصل ہوتی ہے۔ نبوت سے پہلے صدور ہو سکتا ہے ہمارے علماء اہل سنت کی اکثریت، شیخ ابوھذیل اور شیخ ابو علی معتزلی کا بھی یہی قول ہے اور ہمارے ہاں مختار یہی ہے حالت نبوت میں ان سے گناہ صادر نہیں ہو سکتا نہ کبیرہ اور نہ صغیرہ۔

عصمت پہ دلائل:

اس پر دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ اگر ان سے گناہ کا صدور ہو تو پھر ان کا درجہ گناہ گار امت سے کم ہو جائے گا اور یہ درست نہیں۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا درجہ انتہائی کمال وشرف ہے اور جس کی شان ایسی ہو اس سے گناہ کا صدور زیادہ فحش وغلیظ ہوتا ہے کیا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی تمھارے سامنے نہیں۔

| | |
|---|---|
| یانساء النبی من یات منکن بفاحشة مبینة یضاعف لها العذاب ضعفین (الاحزاب: ۳۰) | اے نبی کی بی بیو! جو تم میں سے صریح حیاء کے خلاف کوئی جرأت کرے۔ اس پر اوروں سے دونا عذاب ہوگا۔ |

شادی شدہ کو رجم اور کنوارے کو حد لگائی جاتی ہے۔ غلام کی حد آزاد کی حد کا

نصف ہے لہذا نبی کا حال کسی صوت میں بھی امت سے کم نہیں ہو سکتا اور اس پر اجماع ہے۔

۲۔ اگر ان کا فسق مان لیا جائے تو ان کی شہادت مقبول نہیں رے گی۔ ارشاد الٰہی ہے۔

ان جاء کم فاسق بنباء فتبینوا (سورۃ الحجرات:٦) — اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو۔

لیکن یہ تو تمام مقبول الشھادۃ ہیں ورنہ ان کا درجہ امت کے عادل لوگوں سے بھی کم ہو جائے گا اور یہ قول کیسے نہ کریں کیونکہ نبوت و رسالت کا مفہوم اس کے سوا کیا ہے کہ وہ اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہ احکام ہیں اور یہ شریعت ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ روز قیامت تمام پر شاہد ہوں گے۔ ارشاد بانی ہے۔

لتکونوا شھداء علی الناس و یکون الرسول علیکم شھیدا (سورۃ البقرۃ:۱۴۳) — کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمھارے نگہبان و گواہ۔

۳۔ اگر ان سے کبیرہ کا ارتکاب مان لیا جائے تو ان پہ زجر و توبیخ جائز ہو گی اور ان کی ایذا احرام نہ ہو گی حالانکہ وہ حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

ان الذین یوذون اللّٰہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا و الاخرۃ. (سورۃ الاحزاب:۵۷) — بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو۔ ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں۔

۴۔ اگر نبی ﷺ سے معصیت کا ارتکاب ہو تو اقتداًہم پر اس کا بجالانا لازم ہو

گا کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فاتبعونی (میری اتباع کرو)

تو اب حرام اور وجوب دونوں کا جمع ہونا لازم آئے گا جو محال ہے۔ جب حضور ﷺ کے حق میں ایسا ہے تو باقی انبیاء کے لیے بھی ماننا لازم ہوگا کیونکہ فرق کا کوئی قائل نہیں۔

۵۔ یہ بات بداہتہ عقل میں بہت زیادہ قبیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی کو درجات دے اپنی وحی کا امین بنائے، بندوں اور شہروں میں اسے اپنا خلیفہ بنائے پھر اس سے یہ کہے کہ لوگوں کو کہے یہ نہ کرو اور اپنی لذت کی بنا پر اپنے رب کی نہی کی طرف متوجہ ہی نہ ہو اور نہ اس کی وعید کی پرواہ کرے یہ فعل بداھتہً قبیح ہے۔

۶۔ اگر انبیاء سے معصیت کا صدور ہو تو وہ عذاب کے مستحق ٹھہریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

ومن یعص اللہ وسولہ فان لہ نار جھنم خالدین فیھا (سورۃ الجن: ۲۳)

جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو بے شک ان کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں ہمیشہ رہیں۔

اسی طرح وہ لعنت کے مستحق بن جائیں ارشاد ربانی ہے۔

الالعنۃ اللہ علی الظالمین (سورۂ ھود: ۱۸) ارے ظالموں پر خدا کی لعنت

تمام امت کا اجماع واتفاق ہے کہ کوئی نبی ہرگز نہ لعنت کا محل ہے اور نہ عذاب کا تو اب ثابت ہو گیا کہ ان سے معصیت سرزد نہیں ہو سکتی۔

وہ لوگوں کو اطاعت الٰہی کا درس دیتے ہیں اگر وہ خود اس پر عمل نہ کریں تو وہ اس حکم باری تعالیٰ کے تحت داخل ہوں گے۔

اتـأمـرون الـنـاس بـالـبـرو — کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو

تـنـسـون انـفـسـکـم وانـتـم تتلون — اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو حالانکہ تم

الکتاب افلاتعقلون — کتاب پڑھتے ہوتو کیا تمھیں عقل نہیں۔

(سورۃ البقرہ:۴۴)

دوسرے مقام پرفرمایا۔

ومـا اریـد ان اخـالـفـکـم الی — اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ جس

ماانھاکم عنہ۔ — بات سے تمھیں منع کرتا ہوں آپ اس

(سورہ ھود:۸۸) — کے خلاف کرنے لگوں۔

جو چیز امت کے کسی واعظ کے لیے مناسب نہیں اس کی نسبت حضرات انبیاء علیہم السلام کی طرف کیسے درست ہوسکتی ہے؟

۸۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

انـھـم کـانـوا یـسـارعـون فی — بے شک وہ بھلے کاموں میں

الخیرات۔(سورۃ الانبیاء:۹۰) — جلدی کرتے ہیں۔



لفظ خیرات عام ہے یہ تمام اعمال کو شامل ہے۔خواہ وہ کرنے والے ہیں یا چھوڑنے والے۔جس سے واضح ہورہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کرنے والے کام کرتے ہیں اور ترک کیے جانے والے کو ترک کرتے ہیں۔یہ بات ان سے صدور گناہ کے منافی ہے۔

۹۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وانھم عند نالمن — اور بے شک وہ ہمارے نزدیک

المصطفین الاخیار — چنے ہوئے پسندیدہ ہیں۔

(سورۂ ص: ۴۷)

یہ تمام افعال اور تروک کو شامل ہے کیونکہ یہاں استثناء کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے فلا نا من المصطفین الاخیار تو ثابت ہو گیا وہ تمام امور میں افضل ہیں اور یہ بات ان سے گناہ کے منافی ہے۔ ارشاد فرمایا:

اللہ یصطفی من الملائکة — اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں

رسلا و من الناس۔ (الحج: ۷۵) — سے رسول اور آدمیوں میں سے۔

ایک مقام پر فرمایا۔

ان اللہ اصطفی آدم و — بے شک اللہ نے چن لیا آدم

نوحا وال ابراھیم وال عمران — اور نوح اور ابراہیم کی اولاد اور عمران

علی العالمین۔ — کی آل کو سارے جہاں سے۔



(سورۃ ال عمران: ۳۳)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔

ولقد اصطفیناہ فی الدنیا — اور بے شک ضرور ہم نے دنیا

(سورۃ البقرہ: ۱۳۰) — میں اسے چن لیا۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔

اتأمرون الناس بالبرو تنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب ا فلاتعقلون (سورۃ البقرہ:۴۴)

کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہوتو کیا تمھیں عقل نہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا۔

وما ارید ان اخالفکم الی ماانھاکم عنه۔ (سورۃ ھود:۸۸)

اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ جس بات سے تمھیں منع کرتا ہوں آپ اس کے خلاف کرنے لگوں۔

جو چیز امت کے کسی واعظ کے لیے مناسب نہیں اس کی نسبت حضرات انبیاء علیہم السلام کی طرف کیسے درست ہوسکتی ہے؟

۸۔ اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے۔

انھم کانوا یسارعون فی الخیرات۔ (سورۃ الانبیاء:۹۰)

بے شک وہ بھلے کاموں میں جلدی کرتے ہیں۔

لفظ خیرات عام ہے یہ تمام اعمال کو شامل ہے۔ خواہ وہ کرنے والے ہیں یا چھوڑنے والے۔ جس سے واضح ہورہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کرنے والے کام کرتے ہیں اور ترک کیے جانے والے کو ترک کرتے ہیں۔ یہ بات ان سے صدور گناہ کے منافی ہے۔

۹۔ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے۔

وانھم عند نا لمن — اور بے شک وہ ہمارے نزدیک

المصطفین الاخیار۔ — چنے ہوئے پسندیدہ ہیں۔

(سورۂ ص:۴۷)

یہ تمام افعال اور تروک کو شامل ہے کیونکہ یہاں استثناء کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے فلا نا من المصطفین الاخیار تو ثابت ہو گیا وہ تمام امور میں افضل ہیں اور یہ بات ان سے گناہ کے منافی ہے۔ ارشاد فرمایا:

اللہ یصطفی من الملائکۃ — اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں

رسلا و من الناس۔ (الحج:۷۵) — سے رسول اور آدمیوں میں سے۔

ایک مقام پر فرمایا۔

ان اللہ اصطفی آدم و — بے شک اللہ نے چن لیا آدم

نوحا وال ابراھیم وال عمران — اور نوح اور ابراہیم کی اولاد اور عمران

علی العالمین. — کی آل کو سارے جہاں سے۔

(سورۃ ال عمران:۳۳)



سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔

ولقد اصطفیناہ فی الدنیا — اور بے شک ضرور ہم نے دنیا

(سورۃ البقرہ:۱۳۰) — میں اسے چن لیا۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔

انی اصطفیتک علی الناس برسالاتی وبکلامی
(سورۃ الاعراف:۱۴۴)

میں نے تجھے لوگوں سے چن لیا اپنی رسالتوں اور اپنی کلام سے۔

یہ بھی فرمایا۔

واذکر عبادنا ابراھیم واسحاق و یعقوب اولی الایدی والابصار انا اخلصناھم بخالصة ذکری الدار و انھم عندنا لمن المصطفین الاخیار۔
(سورہ ص،۴۵تا۴۷)

اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب قدرت اور علم والوں کو بے شک ہم انھیں ایک کھری بات سے امتیاز بخشا کہ وہ اس گھر کی یاد ہے اور بے شک وہ ہمارے نزدیک چنے ہوئے پسندیدہ ہیں۔

یہ تمام آیات قرآنیہ انبیاء علیہم السلام کے منتخب اور افضل ہونے پر شاہد ہیں اور یہ چیز ان سے صدور گناہ کے منافی ہے۔

۱۰۔اللہ تعالٰی نے ابلیس کا یہ قول نقل کیا۔

فبعزتک لاغوینھم اجمعین الا عبادک منھم المخلصین۔
(سورۂ ص:۸۲تا۸۳)

تیری عزت کی قسم ضرور میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔

تو اس نے اغوا شدہ سے مخلصین کو مستثنیٰ کر دیا اور وہ حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں، اللہ تعالٰی نے سیدنا ابراہیم، اسحاق اور سیدنا یعقوب کے بارے میں فرمایا۔

انا اخلصنا ھم بخالصة ذکری الدار (سورۃ ص:۴۶) بے شک ہم نے انھیں ایک کھری بات سے امتیاز بخشا کہ وہ اس گھر کی یاد ہے۔

سیدنا یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

انہ من عبادنا المخلصین۔ بے شک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے ہے۔ (سورۂ یوسف:۲۴)

جب ان آیات سے بعض انبیاء کی عصمت لازمی طور پر ثابت ہوگئی تو یہ تمام کے حق میں ثابت ہو جائے گی کیونکہ فرق کا قائل کوئی نہیں۔

۱۱۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

والقد صدق علیھم ابلیس ظنہ فاتبعوہ الافریقا من المومنین۔ (سورۃ سباء:۲۰) اور بے شک ابلیس نے انھیں اپنا گمان سچ کر دکھایا تو وہ اس کے پیچھے ہو لیے مگر ایک گروہ کہ مسلمان تھا۔



یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ابلیس کی اتباع نہیں کی اور یہ کہنا لازم ہے کہ انبیاء سے گناہ کا صدور نہیں ہوسکتا ورنہ وہ ابلیس کے اتباع کرنے والے قرار پائیں گے۔ جب یہ ثابت ہوگیا یہ فریق گناہ نہیں کرسکتا تو یہ فریق انبیاء ہیں یا غیر۔ اگر انبیاء ہیں تو ثابت ہوگیا کہ ہر نبی سے گناہ صادر نہیں ہوسکتا اور اگر غیر انبیاء ہیں تو اگر انبیاء سے ذنب کا صدور ہو جائے تو ان کا درجہ دوسرے فریق سے کم ہوگا تو غیر نبی، نبی سے افضل قرار پائے گا اور یہ بالاتفاق باطل ہے تو ثابت ہوگیا ان سے گناہ کا صدور نہیں ہوسکتا۔

۱۲۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی دو اقسام بنائیں۔ ایک قسم کے بارے میں ارشاد فرمایا:

| | |
|---|---|
| اولئک حزب الشیطان الا ان حزب الشیطان هم الخاسرون | وہ شیطان کے گروہ ہیں۔ بے شک شیطان ہی کا گروہ ہار میں ہے۔ |

(المجادلہ:۱۹)

دوسری قسم کے بارے میں فرمایا۔

| | |
|---|---|
| اولئک حزب اللّٰہ الا ان حزب اللّٰہ هم المفلحون | یہ اللہ کی جماعت ہے۔ سنو اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔ |

(المجادلۃ:۲۲)

بلا شبہ حزب شیطان وہی بنے گا جو شیطان کو پسند ہوگا اور اس کی پسندیدگی معصیت ہے لہذا جو بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا وہ حزب شیطان میں سے ہوگا۔ اگر رسول سے معصیت سرزد ہو تو اس پر حزب شیطان میں سے ہونا صادق آئے گا اور وہ نہایت ہی خاسر ٹھہرے گا اور امتی حزب اللہ اور کامیاب قرار پائیں گے تو اب ایک امتی اللہ تعالیٰ کے رسول کیسے بلند درجہ رکھتا ہوگا حالانکہ یہ بات کوئی مسلمان تصور بھی نہیں کرسکتا۔

۱۳۔ رسول، فرشتوں سے افضل ہوتے ہیں تو ضروری ہے کہ رسول سے گناہ کا صدور نہ ہو، فرشتوں سے افضل ہونے پر دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

ان اللہ اصطفی آدم و نوحا والی ابراھیم وال عمران علی العالمین.

بے شک اللہ نے چن لیا آدم اور نوح اور ابراہیم کی اولاد اور عمران کی آل کو سارے جہان سے..

(سورہ ال عمران:۳۳)

اس سے استدلال کی تفصیل پیچھے مسئلہ فضیلت ملک علی البشر میں گزر چکی ہے۔ جب رسول افضل ہے تو اس سے ہر گز گناہ کا صدور نہیں ہوسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے بارے میں فرمایا وہ گناہ نہیں کرتے۔ ارشاد فرمایا۔

لا یسبقونہ بالقول

بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے۔

(سورۃ الانبیاء:۲۷)

دوسرے مقام پر فرمایا:

لا یعصون اللہ ما امرھم و یفعلون ما یومرون

جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انھیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔

(سورۃ التحریم:۶)

اگر رسول سے معصیت کا صدور ہو سکے تو ان کا فرشتوں سے افضل ہونا ناممکن ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

ام نجعل الذین امنوا و عملوا الصالحات کالمفسدین فی الارض ام نجعل المتقین کالفجار. (سورۃ ص:۲۸)

کیا ہم انھیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان جیسا کر دیں۔ جو زمین میں

فساد پھیلاتے ہیں یا ہم پرہیزگاروں کو شریر بے حکموں کے برابر ٹھہرا دیں۔

۱۴۔ منقول ہے حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے حق میں گواہی دی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے میرے حق میں گواہی کیوں دی؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ پر سات آسمان کے اوپر سے جو وحی نازل ہوئی اس کی میں نے تصدیق کی تو یہاں کیسے نہ کروں؟ رسول اللہ ﷺ نے ان کی تصدیق کی اور انھیں ذوالشھادتین (دو شہادتوں والے) قرار دیا۔ اگر انبیاء کے لیے معصیت جائز ہوتی تو اس شہادت کا جواز کیا بنتا ہے؟

۱۵۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے حق میں فرمایا:

انی جاعلک للناس اماما. میں تمھیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں

(سورۃ البقرہ:۱۲۴)

امام وہ ہوتا ہے جس کی اقتدا کی جائے تو اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں پر ان کی اقتدا لازم فرمادی، اگر ان سے ذنب کا صدور ہو سکتا ہے تو پھر لوگ اس میں بھی ان کی اقتدا کریں گے اور یہ بات تناقض پیدا کر دے گی۔



۱۶۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

لاینال عھدی الظالمین. میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا

(سورۃ البقرہ:۱۲۴)

یہاں عہد سے مراد عہد نبوت ہے یا عہد امامت، اگر مراد عہد نبوت ہے تو لازم ہوگا کہ ظالم کے لیے نبوت کا ثبوت نہ ہو اور اگر مراد عہد امامت ہو تو پھر لازم ہوگا کہ ظالم کے لیے امامت کا ثبوت نہ ہو تو جب ظالم کے لیے امامت ثابت نہیں ہو سکتی تو

نبوت بطریق اولی ثابت نہ ہوئی کیونکہ نبی کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسے امام ہوں جن کی اتباع واقتداء کی جائے۔ تمام صورتوں میں آیت مبارکہ اس پر شاہد ہے کہ نبی گنہ گار نہیں ہو سکتے۔

مخالفین کا رد: مذکورہ چار اقسام میں مخالفت کرنے والوں نے متعدد آیات سے استدلال کیا ہے۔ ہم تفسیر میں ان کے تحت تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے ایسی مشکلات کو حل کرنے کی پوری کوشش کریں گے انشاءاللہ تعالیٰ کچھ پر گفتگو درج ذیل ہے۔

آیات اور اعتقادیات:۔ باب اعتقاد میں مخالفین نے جن آیات سے استدلال کیا وہ تین ہیں۔

ا۔ سیدنا آدم علیہ السلام کے اعتقاد پہ طعن کرتے ہوئے اس آیت سے استدلال کیا۔

| | |
|---|---|
| هو الذی خلقکم من نفس واحدة وجعل منها زوجها لیسکن الیها. | وہی ہے جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس میں سے اس کا جوڑا بنایا کہ اس سے چین پائے۔ |

(سورۃ الاعراف: ۱۸۹)

یہاں نفس واحدہ سے مراد حضرت آدم اور ان سے پیدا شدہ حضرت حوا ہیں اور یہ تمام ضمائر انھی کی طرف راجع ہیں ارشاد باری تعالیٰ:۔

| | |
|---|---|
| جعلا له شرکاؤ فیما اتا هما فتعالی الله عما یشرکون | انھوں نے اس کی عطا میں اس کے ساجھی ٹھہرائے تو اللہ تعالیٰ کو برتری ہے ان کے شرک سے۔ |

(سورۃ الاعراف: ۱۹۰)

بتا رہا ہے کہ ان سے شرک سرزد ہوا۔

اس کا جواب یہ ہے ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ نفس واحد سے مراد حضرت آدم ہیں آیت مبارکہ میں اس پر دلیل بھی کوئی نہیں بلکہ یہ خطاب قریش کو ہے جو آل قصی میں سے ہیں۔ مفہوم یہ ہے اللہ تعالیٰ نے تمھیں نفس قصی سے پیدا فرمایا اور اس کی جنس سے عربی خاتون پیدا کی تا کہ وہ سکون حاصل کرے جب ہم نے ان کی طلب پہ اولاد عطا کی تو انھوں نے چاروں کے نام یہ رکھے۔ عبد مناف عبد العزی، عبد الدار اور عبد قصی، اور یشرکون کی ضمیر ان دونوں اور ما بعد اولاد کی طرف راجح ہے۔ یہ جواب نہایت ہی معتمد ہے۔

۲۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کہا وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے بارے میں معرفت نہ رکھتے تھے۔ اول کے بارے میں ہے۔ ستاروں کو کہا ھذا ربی (یہ میرے رب ہیں) آخرت کے بارے میں کہا۔

| | |
|---|---|
| ارنی کیف تحی الموتی | مجھے دکھلا دے تو کیونکر مردے |
| قال اولم تؤمن قال بلی ولکن | جلائے گا۔ فرمایا کیا تمھیں یقین نہیں |
| لیطمئن قلبی | عرض کیا یقین کیوں نہیں مگر یہ چاہتا |
| (سورۃ البقرۃ: ۲۶۰) | ہوں کہ میرے دل کو قرار آ جائے۔ |

جواب یہ ہے کہ ستاروں کو رب کہنا بطور استفہام انکاری ہے۔ اور اطمینان قلبی سے مراد یہ ہے کہ خبر مشاہدہ کا درجہ نہیں رکھتی۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہے۔

فان کنت فی شک مما انزلنا الیک فاسأل الذین یقرأون الکتاب من قبلک لقد جاء ک الحق من ربک فلاتکونن من الممترین (یونس:۹۴)

اگر تجھے کچھ شبہ ہو اس میں جو ہم نے تیری طرف اتارا۔ تو ان سے پوچھ دیکھ جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھنے والے ہیں۔ بے شک تیرے پاس تیرے رب کی طرف حق آیا تو تو ہر گز شک والوں میں نہ ہو۔

یہ آیت مبارکہ نشاندہی کر رہی ہے حضور سرورِ عالم ﷺ وحی کے بارے میں تشکیک کا شکار تھے۔

جواب یہ ہے کہ دارِ دنیا میں دل ایسے افکار سے الگ نہیں ہو سکتا جو شبہات پیدا کرتے ہیں۔ البتہ آپ ﷺ نے انھیں دلائل کے ساتھ زائل فرما دیا۔

آیات اور تبلیغ: باب تبلیغ کے حوالے سے بھی مخالفین نے تین آیات سے استدلال کیا ہے۔



ا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

سنقرئک فلاتنسی الاماشاء اللہ .

اب ہم تمھیں پڑھائیں گے کہ تم نہ بھولو گے مگر جو اللہ چاہے۔

(سورۃ الاعلیٰ:۶ تا ۷)

یہاں استثناء واضح کر رہا ہے۔ آپ کو وحی میں نسیان واقع ہوا اس کا جواب یہ ہے یہاں جس نسیان سے نہی ہے وہ یاد کی ضد نہیں کیونکہ وہ طاقت میں داخل ہی نہیں

بلکہ نسیان بمعنی ترک ہے اور ہم اسے ترک اولیٰ پر محمول کریں گے۔

۲۔ ارشاد ربانی ہے:

وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ. (سورۃ الحج: ۵۲)

اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول یا نبی بھیجے سب پر کبھی یہ واقعہ گزرا ہے کہ جب انھوں نے پڑھا تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملا دیا۔

اس پر تفصیلی گفتگو سورۃ الحج میں آرہی ہے۔

۳۔ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول فانہ یسلک من بین یدیہ و من خلفہ رصدا لیعلم ان قد ابلغوا رسالات ربھم. (سورۃ الجن: ۲۶ تا ۲۸)

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے کہ ان کے آگے پیچھے پہرہ مقرر کر دیتا ہے۔ تا کہ دیکھ لے کہ انھوں نے اپنے رب کے پیام پہنچا دئے۔

اگر حضرات انبیاء علیہم السلام سے تبلیغ میں وقوع غلطی کا خوف نہ ہوتا تو فرشتوں کو ساتھ بھیجنے کا کیا فائدہ؟ جواب یہ ہے اس کا فائدہ یہ ہے کہ تا کہ شیاطین کے وساوس کو دور کر سکیں۔

فتاویٰ اور آیات: یہاں بھی تین آیات سے استدلال کیا جاتا ہے۔

ا۔ فرمان الٰہی ہے۔

و داؤد و سلیمان اذیحکمان فی الحرث

اور داؤد اور سلیمان کو یاد کرو جب کھیتی کا ایک جھگڑا چکاتے تھے۔

(سورۃ الانبیاء: ۷۸)

ہم نے اس پر سورۃ الانبیاء میں گفتگو کی ہے۔

۲۔ بدر کے قیدیوں سے جب آپ ﷺ نے فدیہ لیا تو آیت نازل ہوئی۔

ماکان لنبی ان یکون له اسری حتی یثخن فی الارض (سورۃ الانفال: ٦٧)

کسی نبی کو لائق نہیں کہ کافروں کو زندہ قید کرے جب تک زمین میں ان کا خون خوب نہ بہائے۔

اگر اس فیصلہ میں خطا نہ ہوتی تو یہ عتاب کیوں ہوتا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

عفا اللہ عنک لم اذنت لهم.

اللہ تمھیں معاف کرے تم نے کیوں انھیں اذن دے دیا۔

(سورۃ التوبہ: ۴۳)

جواب ان دونوں کا یہ ہے کہ یہاں ترک اولیٰ مراد ہے۔

آیات اور افعال: افعال کے حوالے سے جن آیات سے استدلال کیا جاتا ہے وہ کثیر ہیں۔

ا۔ سیدنا آدم علیہ السلام کے واقعہ سے سات وجوہ سے استدلال ہے۔

ا۔ آپ عاصی تھے اور عاصی صاحب کبیرہ ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی

ہے۔

وعصی آدم ربہ فغوی۔ (سورۃ طہٰ:۱۲۱)

اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی۔

عاصی صاحب کبیرہ ہوتا ہے اس پر دو وجہ سے استدلال ہے۔ ایک یہ کہ نص کا

تقاضا ہے کہ عاصی پر عتاب ہو۔ فرمانا باری تعالیٰ سے ہے۔

ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جھنم۔ (سورۃ الجن:۲۳)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو بے شک ان کے لیے جہنم کی آگ ہے۔

اور صاحب کبیرہ میں یہ بات پائی جاتی ہے۔ دوسرا یہ کہ لفظ عاصی مذمت پر دال

ہے اور یہ صاحب کبیرہ پر ہی بولا جاتا ہے۔

۲۔ اس واقعہ سے یوں بھی استدلال ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام غاوی ہیں

کیونکہ فرمان باری ہے "فغوی" (اس کی راہ نہ پائی) اور غی، رشد کی ضد ہے کیونکہ

فرمان ہے۔

قد تبین الرشد من الغی۔ (سورۃ البقرہ:۲۵۶)

بے شک خوب جدا ہوگئی ہے نیک راہ گمراہی سے۔

تو یہاں غی رشد کے مقابل ہے۔

۳۔آپ نے توبہ کی اور تائب گناہ گار ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

فتلقی آدم من ربه کلمات فتاب علیه . (سورۃ البقرہ:۳۷)
پھر سیکھ لیے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی۔

پھر یہ بھی فرمایا:

ثم اجتباه ربه فتاب علیه. (سورۃ طہٰ:۱۲۲)
پھر اس کے رب نے چن لیا تو اس پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائی۔

تائب گنہ گار ہوتا ہے کیونکہ فعل ذنب پر ندامت اختیار کرتا ہے اور اس سے وہ اپنے فعل ذنب کی اطلاع دے رہا ہے۔ اگر اس نے خبر دینے میں کذب بیان کی تو وہ گناہگار ٹھہرا اور اگر اس نے سچ کہا تو یہی ہمارا مقصد ہے۔

۴۔انھوں نے ممنوع شی کا ارتکاب کیا ارشاد ربانی ہے۔

الم انهکما عن تلکما الشجرة. (سورۃ الاعراف:۲۲)
کیا میں نے تمھیں اس پیڑ سے منع نہ کیا۔

دوسرے مقام پر فرمایا۔

ولا تقربا هذه الشجرة. (سورۃ الاعراف:۱۹)
اور اس پیڑ کے پاس نہ جانا۔

اور ممنوع کا ارتکاب سراپا گناہ ہے۔

۵۔انھیں ظالم کہا گیا ارشاد فرمایا۔

فتکونا من الظالمین. (سورۃ البقرۃ:۳۵)

کہ حد سے بڑھنے والوں میں ہو جاؤ گے۔

انھوں نے خود بھی اپنے آپ کو ظالم قرار دیا۔

ربنا ظلمنا انفسنا (سورۃ الاعراف:۲۳)

اے ہمارے رب ہم نے اپنا آپ برا کیا۔

اور ظالم ملعون ہوتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الا لعنۃ اللّٰہ علی الظالمین. (سورۂ ھود:۱۸)

ارے ظالموں پر خدا کی لعنت

اور جو لعنت کا مستحق ہو وہ صاحب کبیرہ ہی ہوتا ہے۔

۶۔انھوں نے اعتراف کیا اگر اللہ تعالیٰ کی مغفرت نہ ہو تو ہم خاسر ہیں۔

وان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین. (سورۃ الاعراف:۲۳)

تو اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں میں ہوئے۔



اس کا بھی تقاضا یہی ہے کہ وہ صاحب کبیرہ ہیں۔

۷۔انھیں جنت سے بھی اس لیے نکالا گیا کہ انھوں نے شیطان کے پھسلانے پر اس کی طاعت کی اور یہ بات بھی کبیرہ پر ہی دال ہے۔مخالفین یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر چہ ان دلائل میں سے ہر ایک کبیرہ پر دال نہیں مگر بحیثیت مجموعی ان کی یقینی طور پر کبیرہ پر دلالت ہے یعنی اگر چہ ہر ایک کی شی پر دلالت نہیں مگر مجموع سے شی ضرور ثابت ہے۔

سات وجوہ کا جواب: ان سات وجوہ کا جواب یہ ہے تمھارے استدلالات تب مکمل ہوتے ہیں جب تم ان آیات سے یہ ثابت کرو کہ ان سے یہ لغزش حالت نبوت میں ہوئی اور یہ تو ثابت نہیں کیونکہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام نبی نہ تھے بعد میں نبی بنے اور ان کے اس وقت نبی ہونے پر یہاں کوئی دلیل نہیں، ہاں ان وجوہ کا مفصل جواب ہم انشاء اللہ ان آیات کی تفسیر میں دیں گے۔

لغزش کی کیفیت: ہم یہاں اس لغزش کی کیفیت واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ ''فازلھما الشیطان'' کی مراد جانی جا سکے۔ ہم اگر فرض کرلیں یہ لغزش سیدنا آدم علیہ السلام سے نبوت کے بعد ہوئی تو آپ سے اس کا صدور بصورت نسیان ہوا یا حالت یاد میں۔ پہلا قول کہ یہ بطور نسیان ہوا یہی متکلمین کی ایک جماعت کا موقف ہے انھوں نے اس پر اس ارشاد باری تعالیٰ سے استدلال کیا۔

ولم نجدله عزما — اور ہم نے اس کا قصد نہ پایا۔

(سورۃ طہٰ:۱۱۵)

جیسے روزہ دار کسی کام میں مستغرق ہو جانے کی وجہ سے بھول کر کھا لے نہ کہ دانستہ۔

اور اس قول کو ان وجوہ کی بنا پر باطل قرار نہیں دیا جا سکتا۔

وجہ اول۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی:

مانھا کما ربکما عن ھذہ الشجرۃ الاان تکونا ملکین۔ — تمھیں تمھارے رب نے اس پیڑ سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ کہیں تم دو فرشتے ہو جاؤ

وقاسمھما انی لکما لمن الناصحین (سورۃ الاعراف: ۲۱،۲۰) اوران سے قسم کھائی کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔

واضح کررہا ہے کہ حالت اقدام میں ناسی نہ تھے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی منقول روایت دلالت کرتی ہے کہ یہ عمل ان سے دانستہ ہوا کہ جب انھوں نے کھالیا اور انھیں ننگا کردیا تو حضرت آدم جنت کے درخت سے لپٹ کر اپنے آپ کو ڈھانپنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ندادی کیا مجھ سے بھاگ رہے ہو؟ عرض کیا نہیں میں تو آپ سے حیا کررہا ہوں۔ فرمایا کیا وہ اشیاء بہتر نہ تھیں جو میں نے تمھارے لیے حلال کی ہیں ان سے جن سے میں نے منع کیا؟ عرض کیا کیوں نہیں یارب! لیکن تیری عزت کی قسم میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کوئی تیری جھوٹی قسم کھا سکتا ہے فرمایا مجھے عزت کی قسم میں تجھے یہاں سے اتاردوں گا اور تم ایسی زندگی نہ پاؤ گے۔

وجہ ثانی: اگر وہ ناسی ہوتے تو ان کے عمل پر عتاب نہ ہوتا۔ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ ناسی فعل پر قادر ہی نہیں ہوتا لہذا وہ اس ارشاد گرامی کی وجہ سے مکلّف نہ ہوگا۔

لایکلف اللہ نفسا الاوسعھا. (سورۃ البقرہ: ۲۸۶) اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔

نقلی دلیل کا بھی یہی تقاضا ہے۔ حضور علیہ السلام کا فرمان مبارک ہے رفع القلم عن ثلاث اس تین میں ناسی بھی ہے تو جب ان پر عتاب ہوا ہے تو یہ عمل بطور نسیان نہیں ہوگا۔

دونوں وجوہ کا جواب: پہلی کا جواب یہ ہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ حضرت

آدم وحوا علیہما السلام نے ابلیس کی بات کو قبول کیا اور اس کی تصدیق کی کیونکہ اگر انھوں نے ایسا کیا ہوتا تو ان کی یہ معصیت درخت کے کھانے سے بڑی تھی کیونکہ جب ابلیس نے انھیں کہا۔

| | |
|---|---|
| مانھا کما ربکما عن ھذا الشجرۃ الا ان تکونا ملکین اوتکونا من الخالدین. | تمھیں تمھارے رب نے اس پیڑ سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ کہیں تم دو فرشتے ہو جاؤ یا ہمیشہ جینے والے |

تو اس نے انھیں باری تعالیٰ کے بارے میں سوءِ ظن پیدا کرتے ہوئے اس کے حکم کو تسلیم کرنے سے اور اس کے فیصلے پر رضا مندی سے انکار کی دعوت دی اور اس کی طرف بھی دعوت تھی کہ وہ یہ اعتقاد کریں کہ ابلیس انکا خیر خواہ ہے اور رب تعالیٰ نے ان پر یہ معاملہ مخفی رکھا ہوا تھا بلا شبہ یہ تمام اشیاء درخت کھانے سے زیادہ بد تھیں تو لازم تھا کہ ان کی وجہ سے شدید عتاب ہوتا اور یہ بھی سامنے رہنا چاہیے کہ حضرت آدم علیہ السلام ابلیس کی سجدہ سے سرکشی سے اپنا دشمن ہونا اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر اس کے حاسد ہونے کو جانتے تھے اور کسی عاقل کے لیے یہ کہاں درست ہے کہ وہ ان قرائن کے باوجود اپنے دشمن کی بات کو قبول کرلے اور آیت مبارکہ میں یہ کہیں نہیں کہ انھوں نے یہ عمل ابلیس کی اس گفتگو کے بعد یا پہلے کیا البتہ اس کی نشاندہی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اس کی دشمنی سے آگاہ تھے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

| | |
|---|---|
| ان ھذا عدولک و لزوجک فلا یخر جنکما من الجنۃ فتشقی. (سورۃ طہٰ:۱۱۷) | بے شک یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے تو ایسا نہ ہو کہ وہ تم دونوں کو جنت سے نکال دے پھر تو مشقت میں پڑے۔ |

حضرت ابن عباس سے مروی روایت احاد میں سے ہے تو اسے قرآن کے مقابل کیسے مانا جا سکتا ہے؟

دوسری وجہ کا جواب: یہاں جو عتاب ہوا وہ اسباب نسیان کے تحفظ کے ترک پر ہوا۔ یہ سھو کی ایسی صورت ہے جو مسلمانوں سے مرفوع (معاف) ہے۔ ہاں اس پر مواخذہ کیا جا سکتا ہے البتہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے عظیم مقام کے پیش نظر ان سے یہ مرفوع نہیں، اس کی مثال یہ فرمان ہے:

| | |
|---|---|
| یا نساء النبی لستن کا حد من النساء (سورۃ الاحزاب:۳۰) | اے نبی کی بی بیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو |

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا سب سے زیادہ ابتلاء حضرات انبیاء پر پھر اولیا اور پھر ہر ایک کے حسب درجہ ہوتا ہے یہ بھی فرمایا ہے مجھے بخار کی تکلیف تم دو کے برابر ہوتی ہے۔

سوال: ان کے عظیم کمال اور بلند درجہ کو ان کے مکلّف ہونے میں کیوں شرط قرار دیا حالانکہ دوسروں میں یہ شرط نہیں؟ جواب تم نے نہیں سنا ابرار کی نیکیاں، مقربین کے ہاں سیئات کا درجہ رکھتی ہیں لہذا نبی ﷺ کو مکلّف بنانے میں جو پابندیاں ہیں وہ دوسروں کے لیے نہیں۔ یہ گفتگو اس وقت ہے جب یہ عمل ان سے بطور نسیان ہو۔

بعض مفسرین کی رائے: ہم نے بعض تفاسیر میں پڑھا حضرت حوا نے وہاں شراب پی جس نے نشہ کر دیا اور حالت نشہ میں ان سے یہ عمل ہوا اہل علم نے کہا یہ بات بعید نہیں کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کو سوائے اس درخت کے سب کے تناول کی

اجازت تھی اور درخت گندم کا تھا لہذا تناول خمر کی انھیں اجازت دی لیکن اس پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ جنتی شراب میں نشہ نہیں۔ اللہ تعالٰی نے اس کا وصف یوں بیان فرمایا:

لا فیھا غول (سورۃ الصافات:۴۷)   نہ اس میں خمار ہے

دوسرا قول: یہ فعل ان سے عمداً ہوا یہاں چار اقوال ہیں۔

۱۔ یہاں نہی تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی۔ اس پر گفتگو پہلے گزر چکی۔

۲۔ ان سے عمداً کام ہوا اور یہ کبیرہ ہے اور اس وقت وہ نبی تھے اس قول کا باطل ہونا آپ پڑھ چکے ہیں۔

۳۔ یہ عمداً ہی تھا مگر اس میں خوف شرمندگی اور پریشانی تھی جس کی وجہ سے یہ صغیرہ ہوگا یہ قول بھی سابقہ دلائل کی وجہ سے باطل ہے کیونکہ عمداً واجب کا ترک یا ممنوع کا بجالانا انسان کے عاصی اور لعنت وذم اور جہنمی ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔ خواہ ساتھ خوف شامل بھی ہو لہذا ایسی بات حضرات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں کہنا درست نہیں بلکہ اللہ تعالٰی خود بیان فرما رہا ہے ان کا یہ عمل حالت نسیان میں ہے۔ ارشاد فرمایا:

فنسی ولم نجدلہ عزما (سورۃ طہ:۱۱۵)   تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس کا قصد نہ پایا۔

اور یہ آیت انکار کر رہی ہے کہ ان کا یہ عمل عمداً ہرگز نہ تھا۔

۴۔ یہ اکثر معتزلہ کا قول ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام نے اجتہادی خطا کے طور پر یہ کھایا جس کا تقاضا یہ ہے کہ کبیرہ نہ ہو۔ اجتہادی خطایوں بنی فرمایا گیا و لا تقربا ھذا

الشجرة لفظ "ھذا" کا اشارہ شخص کی طرف اور کبھی شی کی نوع کی طرف ہوتا ہے مثلاً آپ ﷺ نے ہاتھ میں ریشم او سونا لے کر فرمایا یہ دونوں میری امت کی خواتین پر حلال اور مردوں پر حرام ہیں اس سے مراد ذات نہ تھی بلکہ ان کی نوع تھی اس طرح آپ ﷺ نے ایک دفعہ وضو کے لیے اعضاء کو دھویا ور فرمایا اس وضو کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز قبول نہیں فرماتا تو یہاں بھی وضو کی نوع ہی مراد ہے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام نے و لا تقربا ھذہ الشجرۃ سنا تو خیال کیا شاید اس سے مراد معین درخت ہے اسے انھوں نے چھوڑ کر اس نوع کے دوسرے سے کھالیا تو یہ ان سے اجتہادی خطا ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مراد یہاں نوع تھی نہ کہ معین درخت، تو جب اعمال فروعیہ میں اجتہادی غلطی ہو جائے تو اس پر عتاب ولعن نہیں ہوتا کیونکہ ممکن ہے یہ صغیرہ ہو جس کی ہماری شریعت میں معافی ہے۔

اس قول پر اعتراضات: بعض نے اس پر یہ اعتراضات وارد کیے ہیں۔

ا۔ ھذا ، اصلاً لغت میں شی حاضر کے لیے ہے اور شی حاضر، معین ہی ہوتی ہے تو ھذا کی وضع شی معین کے لیے ہی ہوئی اس سے نوع کی طرف اشارہ مراد لینا خلاف اصل ہے پھر اللہ تعالیٰ اشارہ سے پاک ہے۔ ضروری ہے کہ اس نے کشتی فرشتے کو ہی حکم دیا اور اس نے معین شی کی طرف اشارہ کیا تو اب اس معین کا علاوہ نہی سے خارج قرار پائے گا۔ جب یہ بات طے ہوگئی تو اب واضح رہنا چاہیے کہ مجتہد پر لازم ہوتا ہے کہ وہ لفظ کو حقیقی معنی پر محمول کرے تو جب سیدنا آدم علیہ السلام نے وجوبی طور پر اس لفظ کو معین پر محمول کیا تو اب نوع پر وہ محمول نہیں کر سکتے۔ واضح رہے اس کی تائید دو اور

امور سے بھی ہوتی ہے۔

ا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان و کلا منھا رغدا حیث شئتما۔ اشارہ کر رہا ہے کہ انھیں تمام جنت سے تناول کی اجازت تھی ما سوائے جسے دلیل نے مخصوص کر دیا۔

۲۔ اور عقل بھی تقاضا کرتی ہے۔ دلیل کے ساتھ مخصوص ہونے والے کے علاوہ تمام منافع سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے اور دلیل مخصص، معین پر ہی دال ہوتی ہے تو واضح ہو گیا سیدنا آدم علیہ السلام کو تمام اشجار سے فائدہ حاصل کرنے کی اجازت تھی جب یہ ثابت ہے تو اب اس عمل کی وجہ سے ان پر عتاب اور انھیں خطا کرنے والا قرار دینا ہرگز درست نہ ہوگا واقعہ کو مذکورہ صورت پر محمول کرنا لازم کر دیتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو صواب پر مانا جائے نہ کہ خطا کرنیوالا۔ جب بات یوں ہے تو مذکورہ قول فاسد ہو جائے گا کہ وہ مخطی تھے۔

۲۔ دوسرا اعتراض اس قول پر یہ ہے کہ ہم مان لیتے ہیں لفظ ھذا عین ذات اور نوع دونوں کے لیے ہے لیکن کیا اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا قرینہ ذکر کیا ہے جو بتا رہا ہو کہ یہاں نوع مراد ہے نہ کہ معین ذات یا ذکر نہیں کیا اگر پہلی صورت ہے تو پھر یہ پوچھا جائے گا کہ سیدنا آدم علیہ السلام نے اس طریقہ گفتگو سے آگاہی میں کوتاہی کی تو اس وقت وہ ذنب کے مرتکب ہوں گے اور اگر انھوں نے کوتاہی ہی نہیں کی بلکہ وہ جانتے تھے تو اب مراد نوع ہوگی تو ایسی نوع سے تناول اب قصداً ہوگا۔

۳۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کے لیے اجتہاد جائز ہی نہیں کیونکہ یہ ظن پر عمل کا نام ہے اور یہ اس کے لیے جائز ہے جو تحصیل یقین پر قادر نہ ہو۔ حضرات انبیاء تو تحصیل یقین پر قادر ہیں لہذا ان کے لیے اجتہاد جائز نہ ہوگا ورنہ تحصیل یقین کے

ہوتے ہوئے ظن پر اکتفا لازم آگے گا جو عقلاً اور شرعاً جائز نہیں تو اب واضح ہو جائے گا یہاں اجتہاد کرنا معصیت ہے۔

۴۔ اس مسئلہ کا تعلق قطعیات سے ہے یا ظنیات سے، اگر قطعیات سے ہے تو خطا کبیرہ ہوگی اور اب اشکال وارد ہوگا اور اگر ظنیات سے ہے پھر اگر کہیں ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے تو اب خطا کا اصلاً ثبوت ہی نہ ہوگا اور اگر کہیں واحد مصیب ہوتا ہے تو مخطی بالا تفاق معذور ہوگا تو اس درجہ کی خطا حضرت آدم علیہ السلام سے لباس پہننے جنت سے نکالنے اور زمین پر پہ اتارنے کا کیسے سبب بن سکتی ہے؟

ان کے جوابات: پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے لفظ ھذا اگرچہ اصل میں معین ذات کے لیے ہے لیکن کبھی نوع کے لیے بھی آجاتا ہے جیسا کہ گذر چکا اور اللہ تعالیٰ نے قرینہ ذکر فرمادیا کہ یہاں نوع مراد ہے۔ دوسرے کا جواب یہ ہے ممکن ہے حضرت آدم علیہ السلام اس دلیل کو نہ جانا ہو اور یہ خیال کیا ہو کہ فی الحال لازم نہیں یا یوں کہا جائے جب اللہ تعالیٰ نے معین سے منع فرمایا تو اس وقت دلیل سے آگاہ تھے مگر جب مدت طویل ہوگئی تو عدم توجہ لاحق ہوئی کیونکہ حدیث میں ہے حضرت آدم علیہ السلام طویل مدت جنت میں رہے اور پھر وہاں سے آئے۔ تیسرے کا جواب یہ ہے یہاں اس بیان کی حاجت ہی نہیں کہ حضرات انبیاء اجتہاد سے تمسک کرتے ہیں کیونکہ ہم نے واضح کر دیا کہ یا تو حضرات آدم علیہ السلام دلیل سے آگاہ نہ ہو سکے یا ہوئے مگر نسیان ہو گیا اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی میں یہی مراد ہے۔

فنسی ولم نجدله عزماً (سورۃ طہ:۱۱۵) تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس کا

قصد نہ پایا

چوتھے کا جواب یہ ہے ولالت قطعی تھی مگر جب وہ بھول گئے تو اب عذر کی بنا پر ذنب کبیرہ نہ ہوگا اگر کہا جائے دلالت ظنی تھی مگر اس پر تشدیدات اس قدر رہوں جو باقی مجتہدین پر نہیں کیونکہ اشخاص کے احوال کے مطابق ہی تشدیدات ہوتی ہے جیسا رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کے لیے بہت سی ایسی تشدیدات اور تخفیفات ہوئی ہیں جو امت کے لیے نہیں تو یہاں بھی معاملہ اسی طرح کا ہے۔

ایک اور وجہ اس مسئلہ میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ولا تقربا هذه الشجرة" اس سے دونوں کو اکٹھا ہی منع فرمایا تو آدم علیہ السلام نے خیال فرمایا شاید تنہا قریب جانا اور اس سے تناول جائز ہے کیونکہ "ولا تقربا" میں ممانعت بطور جمع ہے اور حالت اجتماع کی نہی حالت انفرادی کی نہی کو مستلزم نہیں تو ممکن ہے اجتہادی خطا اس طرح واقع ہو، اس بارے میں یہی گفتگو کی جاتی ہے جو ہم نے بیان کردی۔ واللہ اعلم۔